Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol: 1, Issue: 2, July – December 2022, Page No. 49-66

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/115

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/1677

DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v1i2.1677

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title Analysis of the Causes and Motivations of the Khatam e Nabuwat Movement in 1953 AD

Author (s):

Mahnaz Shouket (Corresponding Author)
College Teaching Interns (CTI), Department of Islamic Studies, Govt. Graduate College Khairpur Tamewali, Bahawalpur. Email: mahnazshouket786@gmail.com

Khaleeq ur Rehman
M.Phil Research Scholar, Department of Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan

Received on: 29 November, 2022
Accepted on: 20 December, 2022
Published on: 31 December, 2022

Citation: Shouket, Mahnaz, and Khaleeq Ur Rehman. 2022. "Analysis of the Causes and Motivations of the Khatam E Nabuwat Movement in 1953 AD". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 1 (2):49-66. https://doi.org/10.52461/pjqs.v1i2.1677.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

PJQS 1.2 2022 ISSN: 2958-9177

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تحریک ختم نبوت 1953ء کے اسباب و محرکات کا جائزہ

Analysis of the Causes and Motivations of the Khatam e Nabuwat Movement in 1953 AD

Mahnaz Shouket
College Teaching Interns (CTI), Department of Islamic Studies, Govt. Graduate College Khairpur Tamewali, Bahawalpur. Email: mahnazshouket786@gmail.com

Khaleeq ur Rehman
M.Phil Research Scholar, Department of Islamic Studies,
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan

Abstract

After the creation and decoration of the universe, Allah Almighty created the Son of Adam for education and training and then for his education and training, Allah Almighty started the process of Prophet Hood that started from Adam and ended with the Holy Prophet Muhammad (PBUH) and ended .This belief is called belief in the end of Prophet Hood. This belief is the basis and roots of the religion of Islam and all other beliefs are established through the belief in the Prophet Hood, because the belief in Tawheed and the belief in afterlife is also based on the belief in the Prophet Hood. This unseen belief in the existence of Allah and the event of the Day of Judgment also indicates the belief in the Prophet Hood. For example, if Islam is a tree, then Aqeedah-e-Rasalat is its foundation and root. Similarly, Islam is a building and Aqeedah-e-Rasalat is its foundation. If the foundation is intact then the building is also intact. May Allah not be willing if the foundation is shaken or cut the root, no faith will survive. Similarly, all other beliefs are through the doctrine of the Prophet Hood.

Keywords: Holy Prophet Muhammad (PBUH), Khatam e Nabuwat, Aqeedah-e-Rasalat, Islam, Faith.

تعارف:

تمام عقائد کے حصول کا ذریعہ خاتم النبیین رسول اکرم ﷺ ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنے حلقہ علمی میں بیٹھتے تو فرمایا کرتے تھے کہ دین میں بعض خدمات آپ ﷺ کے اقوال کا تحفظ ہیں، بعض اعمال کا تحفظ ہیں، آپ ﷺ کی سیرت و صورت کا تحفظ ہیں لیکن عقیدہ ختم نبوت سرور کونین ﷺ کی ذات کا تحفظ ہیں اور ذات کا تحفظ باقی سب سے اولیٰ اور افضل ہیں۔[1] ختم بمعنی مہر، انگوٹھی خاتم کا اصل مادہ خ،ت،م ہے قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ختم کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو ایسے طریقے پر بند کرنا کہ اندر کی کوئی چیز باہر نہ نکالی جاسکے اور نہ باہر کی کوئی چیز اندر شامل کی جاسکے۔

مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: فَإِنْ يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ2، وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ3 یعنی اللہ کریم نے کافروں کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بات قطعی ہے کہ باہر سے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ختم نبوت کی قرآن مجید میں ایک سو سے زائد آیات میں وضاحت وصراحت موجود ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

> مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عليما[4]
>
> محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

آیت کریمہ کے دوسرے حصے وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں صراحتاً یہ بتادیا گیا ہے کہ محمد ﷺ تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء کے خاتم ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اب قیامت تک جتنے بھی لوگ اس دنیا میں پیدا ہوں گے وہ سب کے ساتھ من وعن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع کریں گے۔

---

[1]۔ منیر احمد علوی، **تربیتی نصاب** (لاہور: پیغام ختم نبوت)، 36

[2]۔ الشعراء 26:24

[3]۔ الانعام 46:06

[4]۔ الاحزاب 40:33

انیسویں صدی کے اختتام پر حکومت برطانیہ کو مضبوط کرنے کے لیے اور مسلمانوں کے ساتھ کو بگاڑنے کے لیے ایسے شخص کی تلاش شروع کی گئی جو ہر لحاظ سے صرف اور صرف برطانیہ کے پیروکار ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا گیا جس کے خاندان کا ایک ایک فرد حکومت برطانیہ کی ذمہ داری پر ہر ہر آن مر مٹنے کو تیار رہتا تھا

مرزا غلام احمد کی پیدائش سکھوں کے آخری وقت پنجاب ضلع گورداسپور کے ایک قصبے میں ہوئی۔ مرزا غلام احمد کی پیدائش اگرچہ صاف اور واضح نہیں تاہم اسکی اپنی کتابوں میں پیدائش کے بارے میں تذکرہ موجود ہے اسکے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی خود یوں بیان کرتا ہے:

> "اب میری ذاتی سوانح یہ ہے کہ میری پیدائش 1839 یا 1840 میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور 1857 میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا"[5]

مرزا نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی۔ بچپن کے زمانے میں اسکی تعلیم کچھ اس طرح ہوئی کہ جب مرزا چھے سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم رکھا گیا جس نے مرزا کو قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھائی۔ اس کے بعد جب مرزا سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا تو ایک اور معلم گل علی شاہ سے نحو، منطق اور حکمت کی کتب پڑھیں اور بعض طبابت کی کتب اپنے والد صاحب سے پڑھیں لیکن اسکا سلسلہ تدریس ادھورا رہا۔

مرزا غلام احمد بیان کرتا ہے:

> "میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں میری صحت میں فرق نا آجائے اور نیز ان کا مطلب یہ بھی تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر انکے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے

[5] ۔ مرزا غلام احمد، **کتاب البریہ** (قادیان: 1932ء)، 134

زمیندآری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہ تھا اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنتا رہا"[6]

یہاں مرزا بشیر الدین محمود اپنے والد مرزا غلام احمد کی روایت بیان کر رہا ہے کہ میرے والد نے مجھے بجائے تعلیم و تعلم سے وابستہ کرنے کے کم سے کم مطالعہ کرنے کی نصیحت کی بلکہ زر زمین کی دولت وثروت کے مقدمات میں پھنسا دیا۔ بہت بعد میں مرزا بشیر الدین محمود کو احساس ہوا کہ اس نے اپنا بہت سا وقت ان لایعنی مقدمات میں ضائع کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیشہ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے کو عتاب کا نشانہ ہی بنائے رکھا۔

سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ:

میں شاہین اسلام مولانا اللہ وسایا صاحب نے دس جلدیں "تحریک ختم نبوت" کے عنوان سے لکھی ہیں جس میں قیام پاکستان سے قبل 1934ء سے لے کر 2019ء تک کے حالات و واقعات کا مفصل بیان ہے "تحریک ختم نبوت" از ڈاکٹر بہاؤالدین کم و بیش 48 سے زئد جلدوں پر ایک حد درجہ ضخیم کتاب ہے۔ یہ تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت سے تعلق مناظروں پر مشتمل ہے۔ کتاب "تفہیم ختم نبوت اور محاصرہ قادیانیت" جس کی ترتیب و تدوین محمد نعیم طاہر رضوی نے کی ہے۔ اس کتاب میں مختلف علماء کرام کے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے متعلق مختلف عنوانات پر مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔

آغاز وارتقاء:

قبل از قیام پاکستان فتنہ قادیانیت نے جب سے جنم لیا، اب تک اس میں مرزا قادیانی کے مندرجہ ذیل چھے خلفاء ہوئے۔ جبکہ اس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی (13 فروری 1835ء۔1905ء) تھا۔

1. حکیم نورالدین (1841ء۔1914ء)
2. مرزا بشیر محمود احمد (1889ء۔1965ء)
3. مرزا ناصر احمد (1909ء۔1982ء)
4. مرزا طاہر احمد (1928ء۔2003ء)
5. مرزا مسرور احمد[7]

---

[6]۔ مرزا غلام احمد، **کتاب البریہ حاشیہ** (قادیان: 1906ء)، 28

[7]۔ شیخ خورشید احمد، **جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ** (کراچی، لجنہ اماء اللہ، س۔ن)، 8 - 14

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد حکیم نور الدین خلیفہ بنا جو زیادہ تر مذہبی خدمات اور قادیان کی خاطر مدارت میں مصروف رہا۔[8] 1914ء میں اس کی وفات کے بعد قادیانی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کا سربراہ مرزا بشیر الدین محمود اور دوسرے کا مولوی محمد علی لاہوری بنا۔ مرزا بشیر الدین محمود سیاسی و سازشی ذہن رکھتا تھا۔ اس نے اپنا سیاسی روپ چھپانے کے لیے مذہبی روپ اس طرح اختیار کیا کہ برطانوی استعمار کے لیے قادیانی خدمات کو ربرو کر دیا۔ مرزا بشیر الدین محمود قیام پاکستان سے پہلے پاکستان کے قیام کے حق میں نہیں تھا کیونکہ قیام پاکستان قادیانیت کے حق میں گویا زہر قاتل سے کم نہ تھا۔ اس نے اپنہ اک تقریر میں برملا کہا کہ پاکستان و ہندوستان کی موجودہ تقسیم بالکل ہی غلط ہے اس طرح کی غلط تقسیم کو کسی نہ کسی طرح ختم کر کے حسب سابق ہندوستان و پاکستان کو اکٹھا کیا جائے گا۔ اللہ تعالی کی رضا ہندوستان کو اکٹھے رکھنا چاہتی ہے۔ اگر اس تقسیم سے ہمیں متفق ہونا پڑا تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے ہونگے۔[9] ہم شروع سے ہی ہندوستان اور پاکستان کے ایک ہی رہنے کے قائل تھے کہ جہاں مسلمان اور ہندو اپنی رضامندی سے اکٹھے رہیں، اب بھی ہم اسی بات کے قائل ہیں۔[10] چنانچہ 14 اگست 1947ء کو جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو قادیانیوں نے سب سے پہلے مرکزی خزانہ بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان منتقل کیا اور اس کے بعد خواتین کو بسوں کے ذریعے لاہور لایا گیا اور پھر اس کے بعد خود مرزا بشیر الدین محمود قادیان کی بقا و نصرت کے لیے پاکستان آ گیا۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد:

مرزا بشیر الدین محمود نے انجمن احمدیہ کی داغ بیل ڈالی اور مندرجہ ذیل عمارتوں کو اس مقصد کے لیے متعین کیا۔

1. رتن باغ (مرزا بشیر الدین محمود اور اس کے خاندان کی آباد کاری کے لیے)
2. جودھامل بلڈنگ (دفتری کام اور قادیانی کارکنان کے لیے)
3. جسونت بلڈنگ (دیگر افراد کی رہائش گاہ کے لیے)
4. سیمنٹ بلڈنگ (ایضاً)

---

[8]۔ رضیہ درد، **سوانح خلیفۃ المسیح الاول** (قادیان: مجلس خدام الاحمدیہ، 2004ء)، 25

[9]۔ سہ روزہ، **الفضل** (قادیان: جماعت احمدیہ)، 5 اپریل 1947ء

[10]۔ دوست محمد شاہد، **تاریخ احمدیت** (جھنگ: ادارۃ المصنفین، 2007ء)، 10 : 276

جو دھامل بلڈنگ میں مذکورہ ہدف کی تکمیل کے لیے ایک مجلس بلائی گئی جس میں صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ بعد ازاں مرزا شریف احمد، مرزا ناصر احمد اور مرزا قادیانی کے خاندان کے مزید افراد بھی یہیں پاکستان میں سکونت پذیر ہوگئے اور "رتن باغ" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔[11] ان مذکورہ قادیانی اہداف سے پتا چلتا ہے کہ قیام پاکستان کے وقت قادیانی پاکستان کے کس قدر حمایتی تھے یا وہ علامہ اقبال کے دو قومی نظریہ کو کس حد تک چاہتے تھے۔ جبکہ مرزا بشیر الدین محمود کے اس قول سے پاکستان دشمنی بالکل واضح ہو چکی ہے۔ پاکستان میں قادیانی اخبار "الفضل" کے لیے خوب ہاتھ پاؤں ہلائے گئے اور آخر کار اسے 15 ستمبر 1947ء میں ہی حکومت کی طرف سے جاری کرنے کی منظوری دے دی گئی جس کی ادارت روشن دین تنویر نے کی۔[12] ربوہ میں غیر منظور شدہ بنک بنام "امانت فنڈ" قادیانیت کے زیر نگرانی ہے۔ جس کا جاری کردہ چیک بک اور پاس بک دیگر منظور شدہ بنکوں سے ملتا جلتا ہے۔ قادیانیوں نے اس شہر میں اپنا ایک الگ نظام حکومت قائم کیا ہے۔ یہاں کے سربراہ کو "امیر المؤمنین" کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر شعبے اور وزارتیں موجود ہیں۔ فی الوقت صدر انجمن احمدیہ میں مندرجہ ذیل وزارتیں موجود ہیں:

ناظر اعلیٰ: اس سے مراد وہ ناظر ہے جس کے ذمہ تمام شعبہ جات کی نگرانی ہوتی ہے۔ یہ خلیفہ اور دیگر کارکنان کے درمیان ایک واسطے کا کام دیتا ہے۔ ناظر امو عامہ: اس کے ذمہ فوجداری مقدمات کی سماعت، سزاؤں کی تنفیذ، پولیس اور حکومت کے درمیان رابطے قائم کروانا ہے۔ ناظر امور خارجہ (وزیر خارجہ): سیاسی گٹھ جوڑ، اندرون و بیرون ملک کی گئی کاروائیوں پر کڑی نظر رکھنا ہے۔ ناظر ضیافت، ناظر تجارت، ناظر حفاظت مرکز، ناظر صنعت، ناظر تعلیم، ناظر اصلاح و ارشاد (وزیر پروپیگنڈہ و مواصلات)، ناظر بیت المال (وزیر خزانہ)، نظارت قانون، ناظر زراعت۔ اس کے علاوہ ربوہ میں وکالت کے دفاتر و محکمہ جات بھی کام کر رہے ہیں۔[13]

ان ناظران کے اختیارات و فرائض خلیفہ ربوہ کی طرف سے تفویض ہوتے ہیں۔ اور متعینہ عہدوں پر انکا تقرر اور برطرفی بھی خلیفہ ہی کرتا ہے۔ مرزائیوں میں سے جب کوئی ملکی وزیر بنایا جاتا ہے، یا کسی کو بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے، فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی ملازمت اختیار کرتا ہے تو وہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے مرزا قادیانی کا فرمانبردار ہے۔ بجٹ

---

[11]۔ دوست محمد شاہد، **تاریخ احمدیت**، 2 : 10

[12]۔ دوست محمد شاہد، **تاریخ احمدیت**، 2 : 54

[13]۔ سہ روزہ، **الفضل**، 28 ستمبر 1951ء

قادیانی خلیفہ کی منظوری سے بنایا اور جاری کیا جاتا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے تمام فیصلہ جات قادیانی خلفاء کے دستخط سے جاری کیے جاتے ہیں۔

قادیانی جماعتیں:

مندرجہ بالا منصوبہ بندی کے ماتحت مندرجہ ذیل قادیانی جماعتیں اپنے فتنہ کو پھیلانے میں کردار ادا کر رہی ہیں: اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، لجنۃ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ، وقف نو، تحریک جدید۔ اس کے علاوہ قادیانیوں کے مندرجہ ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں: احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن

احمدی آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئر ایسوسی ایشن، ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز، احمدیہ مسلم ٹیچرز ایسوسی ایشن، احمدیہ مسلم اسٹوڈنٹس، احمدیہ مسلم وومن ایسوسی ایشن۔[14] یہ تمام شعبہ جات میڈیکل، انجینئرنگ، انفارمیشن ٹیکنالوجی، ٹیچنگ، اسٹوڈنٹس اور خواتین کے لیے کام کر رہے ہیں۔

جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو مرزا بشیر الدین نے اپنا روپ بدلا اور پاکستان میں اپنے قدم جمانا شروع کر دیئے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے سر ظفر اللہ خاں قادیانی کی خدمات لی گئیں اور عالمی سامراج کی دی گئی ہدایات پر قادیانیوں کو سفارت خانے اور وزارت خارجہ میں مراعات سے نوازا گیا، اسلامی ممالک میں خفیہ قادیانی عہدیداران مقرر کیے گئے، لیاقت علی خان کے ہوتے ہوئے مرزا بشیر الدین محمود اپنی حدود میں محتاط رہا لیکن خواجہ ناظم الدین کے برسر اقتدار آتے ہی وہ تمام تر حدود کو پھلانگتا ہوا قادیانیت کے فروغ کے لیے کوشاں ہو گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

> ”1952ء گذرنے سے قبل ہی دشمنوں پر احمدیت اس قدر غالب آجائے کہ وہ احمدیت کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں“[15]

مرزا قادیانی کا بھی یہی اصل بہروپ تھا کہ جب تک انگریز کا خدمت گذار رہا تو مذہب کی آڑ میں انگریز کی چاپلوسی کرتا رہا اور جب انگریز کا اقتدار نہ رہا تو اس نے پاکستان پر اپنے ناجائز پنجے گاڑنا اور مضبوط کرنا شروع کر دیئے۔ ان کے نزدیک برطانوی

---

[14] ۔ محمد طاہر عبد الرزاق، **قادیانی غداروں کی نشاندہی** (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، 40

[15] ۔ آغا شورش کاشمیری، **تحریک ختم نبوت** 1891ء تا 1974ء (لاہور: مطبوعات چٹان)، 8

وفاداری کے بعد استعماری سازشوں کے لیئے پاکستان سے بڑا کوئی قلعہ نہیں تھا۔ دوسری طرف علمائے احرار نے بھی شروع سے ہی قادیانیت کا بھرپور تعاقب کر رکھا تھا اور وہ مکمل حوصلے سے میدان میں اتر آئے۔

29 دسمبر 1929ء میں "مجلس احرار اسلام" کے قیام کے بعد اب ضرورت اس بات کی تھی کہ قادیانیت کا محاسبہ کیا جائے۔ چنانچہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ اور دیگر علمائے احرار قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ بنا تو اس کے دو بڑے مقاصد تھے: مرزائی افسروں کا تحفظ اور وزارت خارجہ میں مرزائی افسروں کی بھرتی۔

لیاقت علی خاں کی شہادت کے بعد جب خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم بنے تو اسے خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا حتی کہ بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی جدوجہد شروع کر دی، اس نے اعلان کیا کہ اب صوبہ بلوچستان ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ قادیانیت کے انہی عزائم کو احرار رہنماؤں نے لگام ڈالی۔

نومبر 1947ء میں مجلس احرار کی طرف سے ایک اجلاس آئندہ پروگرام پر غور وخوض کے لیے خان گڑھ اور پھر لاہور میں منعقد کیا گیا جس کے روح رواں تین ممکن راہ ہائے عمل یہ تھے: جماعت کو بالکل ختم کر دیا جائے، سیاسی سرگرمیوں کا خاتمہ کر کے صرف مذہبی سرگرمیوں میں کردار ادا کیا جائے، جماعت کو حسب سابق صورتحال پر باقی رکھا جائے۔

12 جنوری تا 14 جنوری 1949ء "احرار ڈیفنس کانفرنس" بمقام لاہور احرار نے اس بات کا باقاعدہ اعلان کیا کہ اب مجلس احرار ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے ختم کر دی گئی ہے اور آئندہ صرف مذہبی جماعت کی حیثیت سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے گی، اور سیاسی معاملات میں "مسلم لیگ" کی پیروی کرے گی۔ اس کے بعد لائل پور (فیصل آباد) سیالکوٹ، گوجرانوالہ، چنیوٹ، گجرات، جہلم، چکوال، بہاولنگر، ننکانہ صاحب، قصور، چونیاں، بورے والا، ملتان، شجاع آباد میں کانفرنسوں کا ایک بڑا سلسلہ جاری ہو گیا۔ احمدیوں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے راولپنڈی کی ایک کانفرنس میں کیا گیا۔ بعد ازاں مسلم لیگ نے بھی مجلس احرار کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کیے۔[16] مجلس احرار کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں جولائی اور اگست 1952 کے دوران ایک سو پندرہ قادیانیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

---

[16] ۔ ابوسفیان طفیل رشیدی، **منیر تحقیقاتی عدالتی رپورٹ** (تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے بارہ میں عدالتی عکسی دستاویز)، (لاہور: مکتبہ بساط صحابہؓ)، 28

تحریک ختم نبوت 1953ء:

تحریک قیام پاکستان اپنے آخر کی طرف رواں دواں تھی لیکن ابتدا سے انتہاء تک قادیانیوں سے جو بن پائی وہ انہوں نے کیا۔ سر ظفر اللہ خان قادیانی کے گھناؤنے کھیل کی وجہ سے کشمیر دولخت ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے رتن باغ لاہور کو اپنا مسکن بنا لیا اور پنجاب کے انگریز گورنر کی خصوصی مدد سے انھیں 1948ء کے آخر میں چنیوٹ کے قریب 1034 ایکڑ زمین چند کوڑیوں کے عوض بیچ دی گئی جسے بعد میں "ربوہ" اور اب چناب نگر کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں اپنا مسکن میسر آتے ہی مرزا بشیر الدین نے اپنے ناجائز پنجے گاڑنا شروع کر دیئے حتیٰ کہ یہ بھی الہام بھی جاری کیا کہ پاک و ہند کی تقسیم بالکل عارضی ہے۔ جبکہ دوسری طرف ظفر اللہ خان نے بطور وزیر خارجہ اپنی وزارت خارجہ کے ذریعے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک میں بھی قادیانیت کے قدم مضبوط کرنا شروع کر دیئے۔ اس قدر حساس صورت حال تھی کہ کشمیر کو بھی باقاعدہ قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان جاری کر دیا۔

مجلس احرار اسلام چونکہ سیاست سے تو علیحدہ ہو چکی تھی لیکن سیاست میں انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان اس شرط پر کیا تھا کہ وہ کسی قادیانی کو انتخابات میں ٹکٹیں نہیں دے گی لیکن مسلم لیگ نے وعدہ خلافی کی اور مجلس احرار نے ان کے خلاف بھرپور مہم چلائی جس کی بدولت کوئی قادیانی ان انتخابات میں کامیاب نہ ہو سکا اور مارچ تا مئی 1951ء پورے ملک میں بذریعہ کانفرنس "یوم تشکر" منایا گیا۔[17]

آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام:

کنونشن کی تجاویز کی روشنی میں مندرجہ ذیل جماعتوں کے نمائندوں کا اجتماع منعقد ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان، جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت، جماعت اسلامی، جماعت اہل حدیث، تنظیم اہل سنت والجماعت، ادارہ تحفظ حقوق شیعان پاکستان، اخباری نمائندگان وغیرہ۔ 16 جنوری 1953ء حاجی مولا بخش سومرو کی کوٹھی پر آل مسلم پارٹیز کنونشن کا اجلاس ہوا جس میں مغربی پاکستان و مشرقی پاکستان ڈیڑھ پونے دو سو علمائے کرام نے شرکت کی جو مختلف مکاتب فکر سے تعلق

[17] ۔**رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب 1953ء**، حکومت پنجاب، 1954ء، 174

رکھتے تھے۔اس اجلاس میں مرزائیت اور تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔[18] 18 جنوری 1953ء کو کنونشن کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل اکابرین نے شرکت کی: مولانا ابو الاعلی مودودی (صدر جماعت اسلامی)، حضرت پیر سر سینہ شریف، مولانا محمد یوسف بنوری (کراچی)، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمد حسن (جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)، مولانا محمد ادریس کاندھلوی (صدر مدرس جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا عبد الحامد بدایونی (صدر جمعیت علمائے پاکستان)، مولانا محمد یوسف کلکتوی (صدر جمعیت اہل حدیث کراچی)، مولانا محمد علی جالندھری (مجلس تحفظ ختم نبوت)، امیر شریعت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری، مولانا محمد متین (ناظم جمعیت علمائے اسلام کراچی)، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (صدر مجلس عمل)[19]

مطالبات آل مسلم پارٹیز کنونشن:

آل مسلم پارٹیز کنونشن کے طرف سے مندرجہ ذیل مطالبات سامنے رکھے گئے۔

1. خواجہ ناظم الدین کے رویے کے پیش نظر اس بات کی امید نہیں کہ مرزائیوں کے متعلق مطالبات تسلیم کر لیے جائیں اس لیے آل مسلم پارٹیز کنونشن کی طرف سے مطالبات تسلیم کرانے غرض سے "راست اقدام" ضروری ہو گیا ہے۔
2. چونکہ حکومت مرزائیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ نہیں ہے اس لیے ایسی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے کہ مرزائیت کو خارج از ملت اسلامیہ قرار دیا جائے، ان میں سے ایک تدبیر یہ ہے کہ فرقہ مرزائیت کا کامل مقاطعہ کیا جائے۔
3. چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت عظمی سے بر طرف کیا جائے۔
4. مرزائی افسروں کو سرکاری اسامیوں سے ہٹایا جائے کیونکہ وہ اپنے سرکاری عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں میں مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، ان کی جگہ مسلمان مقرر کیے جائیں۔
5. قادیانیوں کو جو اراضی ربوہ میں دی گئی ہیں وہ ان سے واپس لے کر مہاجرین کی آبادکاری کی جائے۔

---

[18]۔ابوسفیان طفیل رشیدی، **منیر تحقیقاتی عدالتی رپورٹ**،73

[19]۔مولانا اللہ وسایا، **تحریک ختم نبوت (ملتان:** عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،2019ء)، ص3 : 205

مولانا ابوالحسنات صاحب کی وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کنونشن کے یہ مطالبات ماننے سے سخت انکار کر دیا اس کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:

- خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا مطالبہ ہے سر ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکال دو، اگر نکال دوں تو ملک بھوکوں مر جائے گا، مولانا نے فرمایا اس بات کا سر ظفر اللہ خان سے کیا تعلق ہے؟

خواجہ صاحب نے صاف جواب دیا کہ مولانا صاحب سر ظفر اللہ خان ہی امریکہ سے گندم دلوا سکتے ہیں۔ اگر انھیں نکال دیا گیا تو گندم کا ایک دانہ نہیں ملے گا۔ مولانا سے رہا نہ گیا فوراً بہ ادب فرمایا خواجہ صاحب یہ دلیل تو مطالبات کے حق میں جاتی ہے۔ اور بقول آپ کے آج یہ صورت ہے کہ سر ظفر اللہ خان کی وجہ سے امریکہ سے ہمیں گندم ملے گی تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سر ظفر اللہ خان پاکستان سے زیادہ طاقتور ہیں۔ اسی صورتحال کو اگر چند دن اور برداشت کیا گیا ہماری زندگی سر ظفر اللہ خان کی مٹھی میں ہوگی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ جس قدر جلدی ہو سکے اس بلا سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اسی قدر پاکستان اور ملت پاکستان کے حق میں مفید ہے؟ خواجہ صاحب خاموش ہو گئے۔

- مطالبات نہ ماننے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ امریکہ کشمیر کے معاملے میں ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا۔ ولایتی قسم کے مسلمانوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا اور کہا کہ سر ظفر اللہ خان کے پایہ کا دوسرا آدمی پاکستان میں موجود نہیں ہے۔ اس لیے اگر کشمیر چاہتے ہو تو سر ظفر اللہ خان کی مخالفت کا نام نہ لو، موصوف بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ یہ پروپیگنڈ ا بظاہر مسلمانوں کی طرف سے تھا لیکن اس کی تہہ میں مرزائیت کار فرما تھی جس کا اصل مقصد سر ظفر اللہ خان کی شہرت کو ہوا دینا تھا۔[20]

18 جنوری 1953ء کو کنونشن کے آخری اجلاس میں منظور کی گئی قراردادیں:

خواجہ ناظم الدین سیدھے سادھے مسلمان تھے انہوں نے صاف صاف اعتراف کیا اور کہا کہ وہ مجلس عمل کے مطالبات ماننے کی پوزیشن میں نہیں تھے کیونکہ خارجی دباؤ قادیانیوں کے حق میں تھا۔ مذکورہ عذر کے ماتحت جب خواجہ ناظم الدین صاحب نے یہ مطالبات ماننے سے انکار کیا تو آل پارٹیز کے آخری اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

---

[20]۔ مولانا اللہ وسایا، **تحریک ختم نبوت**، 3: 205 - 210

- چونکہ مرزائیت کے متعلق مطالبات منظور کیے جانے کی کوئی امید نہیں تھی اس لیے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کی طرف سے مطالبات تسلیم کروانے کی وجہ سے "راست اقدام" کا فیصلہ کیا گیا۔
- چونکہ مرزائی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کی برطرفی کا مطالبہ منظور نہیں کیا گیا اس لیے کنونشن خواجہ ناظم الدین سے استعفیٰ کا مطالبہ کرتی ہے تاکہ مسلمانان پاکستان اپنے دینی عقائد پر عمل کرنے اور اسلامی روایات کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائیں۔
- مرزائیوں کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔[21]

خواجہ صاحب کے مطالبات نہ ماننے کی بناء پر عوام میں غم و غصہ کی ایک نئی لہر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انھیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ خواجہ ناظم الدین یہ مطالبات تسلیم نہیں کریں گے اس لیے عوام تحریک کی تیاریوں میں لگ گئے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت سے کچھ دن پہلے فرمایا: میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان اور میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلی پنجاب سے پوچھتا ہوں تمہاری حکومت میں رسالت ماب ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا جارہاہے۔ ختم نبوت کا انکار کرنے والے گویا حضور ﷺ، قرآن اور حدیث رسول ﷺ کی توہین کر رہے ہیں۔ انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کا قانون نہیں بناتے۔ بتاؤ روز قیامت حضور ﷺ کو کیا جواب دو گے؟[22]

تحریک راست اقدام مرزائیت کے خلاف سب سے بڑی تحریک تھی۔ اس سے قبل کسی دور میں تحفظ ختم نبوت کے لیے اس سے بڑا مظاہرہ نہیں ہوا سو اس تحریک نے مسلمانوں کو بہت سے میدانوں میں متحد کیا مثلاً:

1. مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متحد ہو کر احتجاج کیا۔
2. حکومت نے مسلمانوں کے متفقہ مطالبات کو رد کر کے ان سے ٹکر لی۔
3. پنجاب میں پولیس کا نظام شل ہو گیا اس کے علاوہ لاہور میں ریلوے، ٹیلی گراف آفس اور ٹیلی فون ایکسچینج کے عملوں نے بھی ہڑتال کی۔
4. اکثر اضلاع کی انتظامیہ بے بس ہو گئی۔

---

[21]۔ مولانا اللہ وسایا، **تحریک ختم نبوت**، 3 : 205

[22]۔ محمد طاہر عبد الرزاق، **کاروان تحریک ختم نبوت کے چند نقوش** (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، 141

5. حکومت نے پاکستان کی بہادر فوج کو اپنی ہی قوم کے خلاف استعمال کیا۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، راولپنڈی، لائل پور (فیصل آباد)، اور منٹگمری میں پولیس نے گرفتاریاں کیں اور وحشیانہ تشدد کا غاز کیا۔
6. جو علماء اس تحریک میں شامل تھے ان کے ساتھ نہایت انسانیت سوز انتقامانہ سلوک روا رکھا گیا۔
7. مسلمانوں کو جیلوں میں بند کیا گیا۔ حکومت نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابو الحسنات قادری، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر، سید مظفر علی شمسی کو دیگر رفقاء سمیت کراچی میں گرفتار کر لیا۔ پولیس اور فوج نے بہت سے مسلمان سرعام شہید کیے۔
8. بعض پولیس افسر جو کالی راتیں گذارنے کے عادی تھے انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کو سرعام گولیوں سے بھون ڈالا بلکہ ان کی لاشوں کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا۔
9. مرزائیوں نے اپنی جیپوں اور کاروں میں سوار ہو کر بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا، غرض پولیس کے بے پناہ تشدد نے عوام کو اس قدر برانگیختہ کیا کہ آوے کا آوا بھڑک اٹھا کہ پولیس ناقص عضو بن کر رہ گئی۔
10. ریلوے کے ملازموں نے انجن شیڈ پر قبضہ کر لیا، ریلوے پٹڑی اڑا دی گئی، کئی جگہ ٹریفک سگنل توڑے گئے، جب صورت حال انتہاء کو پہنچ گئی اور نظام حکومت معطل ہو گیا تو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔
11. ان تمام وحشیانہ سلوک سے قطع نظر مرزائیوں کو ہر عنوان سے تحفظ دیا گیا۔

بلاشبہ یہ برصغیر کی عظیم ترین تحریک تھی۔ جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک لاکھ مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متاثر ہوئے۔ اس تحریک کو قادیانیوں اور قادیانیت نوازوں نے ہر طرح سے بے اثر کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے اپنا خون و جگر اس طرح سے پیش کیا کہ قادیانیت کا کفر پوری دنیا پر عیاں ہو گیا۔[23]

اسباب و محرکات

- **مرزا بشیر الدین ایک سیاسی مہرہ**

[23] ۔ آغا شورش کاشمیری، **تحریک ختم نبوت** (لاہور: مطبوعات چٹان، 2003ء)، 131

مرزا محمود سیاسی اور سازشی ذہن رکھتا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی برطانوی استعماری خدمات میں مصروف رہا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اب لوگوں میں احمدی اثرات ختم ہو چکے ہیں اور اب احمدی ہونے والے لوگ اپنے مفادات کو مد نظر رکھتے ہیں وہ کسی نہ کسی وجہ سے مثلا افلاس و غربت، ملازمت و کاروبار، کسی زمیندار قادیانی کا اثر و رسوخ وغیرہ۔ کوئی ایسا احمدی شخص نہیں تھا جو صرف دین کی تلاش میں ہو چاہے وہ ضرورت مند ہو، مرزا محمود نے برطانوی امراء سے ایک سیاسی شاطر کی تربیت حاصل کی اور اپنے نام نہاد عقائد کو دین کی حیثیت سے اس طرح سے منظم کیا کہ پنجاب کو اپنا محور بنالیا۔ اب احمدی برطانیہ کی سیاسی ضرورتوں کا ایک عضو تھے۔

- **برطانوی استعمار کی خاطر قادیانی خدمات کا ایک علمی و تحقیقی جائزہ:**

1. پہلی جنگ عظیم سے قبل اسلامی ملکوں میں مرزای جاسوس مقرر کیے گئے جو برطانوی حکومت کو معلومات فراہم کرتے۔
2. اہل عرب کو اہل ترک سے متنفر کرنے کے لیے بڑی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔
3. خلافت عثمانیہ کے سقوط پر قادیان میں خوب جشن منائے گئے۔
4. مرزا محمود نے مصر میں برٹش ملٹری انٹلی جنس کے سربراہ گلبرٹ سے ملاقات کی جس سے فلسطین میں اسرائیل کے قیام سے متعلق سے متعلق مفصل گفتگو کی۔
5. مارچ 1928ء میں قادیانی مبلغ جلال الدین شمس قادیان پہنچا اور صالح عبد القادر عودہ سمیت کئی خاندانوں کو قادیانی بنایا۔ جلال الدین شمس کی کوششوں سے فلسطین میں مستقل قادیانی مشن قائم کیا گیا جو بعد میں اسرائیل کے زیر تسلط علاقہ میں شامل ہو گیا۔[24]

- **مرزا بشیر الدین کا آمرانہ مزاج:**

مرزا بشیر ایک آمرانہ ذھن رکھنے والا شخص تھا اس نے قادیان کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور اس کا ایک مکمل نظام طے کیا۔ اب جو کوئی بھی اس کے طے کردہ نظام سے بغاوت کرتا اس کا بائیکاٹ کر دیا جاتا یا قتل کر دیا جاتا۔ حکام بالا تک ورثاء نے آواز اٹھائی لیکن ہر محاذ پر ان سنی کر دی گئی۔ احمدیت میں آنے کے لیے قادیانیوں سے یہ معاہدے لیے جاتے تھے کہ:

- میں مرزا غلام احمد کو حضرت مرزا غلام احمد کہوں گا۔
- میں قادیان میں مسلمانوں کا کوئی جلسہ نہیں کراؤں گا۔

---

[24] ۔مشتاق احمد چنیوٹی، **تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ** (پاکستان: انٹر نیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان، 2008ء)، 183

- میں کسی غیر احمدی سے کاروبار اور لین دین نہیں کروں گا۔

یہ معاہدہ ہر دکان کے باہر لگا ہوا ہوتا تھا اگر نہ ہوتا تھا تو خریدا ہوا سودا سلف بھی واپس کر دیا جاتا۔

مرزائیوں کا دوسرا عہد یہ تھا کہ "میں خدا تعالی کو حاضر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالی نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز بنایا ہے۔ میں اس حکم کے پورے کرنے کے عہد پر ہر قسم کی جدوجہد اور کوشش کرتا رہوں گا اور میں اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے نہیں دوں گا اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے اصول پر ہر چھوٹی بڑی قربانی کے لیے تیار رہیں" یہ تحریر ہر مرزائی کے گھر بطور کیلنڈر دیواروں پر آویزاں رہتے تھی۔[25]

- **مرزا بشیر الدین محمود کی عالمی اقتدار کی ہوس:**

اس تحریک کا ایک سبب مرزا بشیر محمود کی بے جا بڑھتی ہوئی ہوس اور پاکستان میں اپنے اقتدار کو پروان چڑھاتی ناپاک نظریں تھیں۔ اس بات کا اظہار اس نے وقتاً فوقتاً اپنے بیانات و الہامات میں کیا۔ ایک بار اس نے بلوچستان کو باقاعدہ صوبہ بنانے کا اعلان کیا اور ایک بار کشمیر کو باقاعدہ قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔ آزاد کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام سے قبل ہی قادیانیوں نے انتہائی عیاری اور مکاری سے اپنی حکومت قائم کرلی۔ ریاست جموں و کشمیر کے قادیانی جماعت کے صدر غلام نبی گلکار کو آزاد کشمیر کا صدر بنا دیا گیا انتہائی خفیہ طریقے اور رازداری سے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ چونکہ غلام نبی کو مرزا بشیر الدین کی پشت پناہی حاصل تھی سو اس نے بر سر اقتدار آتے ہی کلیدی عہدے قادیانیوں کے حوالے کرنا شروع کر دیئے۔ گورنر کشمیر، انسپکٹر جنرل پولیس، ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس، وزیر تعلیم، وزیر زراعت، وزیر صحت، وزیر انصاف، ڈائریکٹر میڈیکل سروسز اور دیگر عہدوں پر قادیانی ناجائز قابض تھے۔ اہم بات یہ کہ مسلمانوں سے ان قادیانیوں کے اصل ناموں کو چھپا کر دھوکے میں رکھا گیا تاکہ قادیانیوں کی اس سازش پر پردہ پڑا رہے۔[26] اس بھیانک منصوبے کی مکمل تفصیلات قادیانیوں کی تاریخ سے بھی مل جاتی ہیں۔

"اصلی نام مصلحتاً پوشیدہ رکھے گئے اور ان کی بجائے ان کے متبادل نام رکھے گئے تاکہ ان کو کام کرنے میں آسانی ہو"[27]

---

[25]۔ مشتاق احمد چنیوٹی، **تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ**، 185

[26]۔ محمد طاہر عبد الرزاق، **تحفظ ختم نبوت**، (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، 183

[27]۔ دوست محمد شاہد، **تاریخ احمدیت**، 2 : 657

- **مرزابشیر الدین محمود کے دھمکی آمیز بیانات:**

1952ء کا سال قادیانیوں کی دھمکیوں سے بھرپور سال رہا، مرزابشیر کے دھمکی آمیز الہامات وبیانات سے الفضل بھرپور شائع ہوتا رہا۔ ایک بار کہا کہ احمدیت کو غلبہ حاصل ہو گا اور قادیانیوں کی حکومت بنے گی، جب ہماری حکومت بنے گی تو موجودہ مسلمانوں کی حالت چوہڑوں چماروں جیسی ہو جائے گی۔ 15 جولائی 1953ء کے الفضل میں مرزابشیر کے اس بیان نے تو حد ہی کر دی۔ "1952ء نہ گزرنے پائے کہ ملک میں ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ ہمارے مخالف احمدیت کی آغوش میں گرنے پر مجبور ہو جائیں۔" الغرض یہ کہ یہ پوراسال قادیانیوں کا اپنے مخالفین پر طعن تراشی کرنے، گالم گلوچ کرنے، گولہ باری کرنے، پاؤں تلے روندنے اور تہس نہس کروادینے کی دھمکیوں میں گزر گیا لیکن عجب اتفاق کہ یہ سال مرزا محمود کی پیشین گوئیوں کے برعکس خیریت وعافیت سے گذر گیا البتہ بعض مرزائی مبلغوں کی ضرور کلاس لی گئی جو زبردستی مسلمان دیہاتوں میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہوئے پائے گئے، اسی طرح کسی بھی شہر میں ہونے والی کانفرنس یا جلسوں کو ناکام بنادیا گیا۔[28]

- **چوہدری ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ**

سر ظفر اللہ خان پہلے دن سے وزیر خارجہ تھے انہوں نے عالمی سطح پر مرزائیوں کے لیے راہیں ہموار کرنا شروع کیں۔ اسی مقصد کے لئے وزارت خارجہ میں مرزائی آفیسروں کی بھرتیاں کیں اور مختلف کلیدی عہدوں پر مرزائیوں کو تحفظ دینا شروع کیا۔ اس طرح اندرون وبیرون مختلف ممالک میں قادیانی عہدیداروں کی بھرمار ہو گئی جو عالمی سامراج کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کرے تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی طرف سے مرزابشیر کے لیے اک خفیہ کابینہ کام کر رہی تھی جو اندرونی وبیرونی راز اور ریاستی فیصلہ جات مرزابشیر تک پہنچاتے تھے۔

نتائج واثرات

تحریک ختم نبوت 1953ء حکومت کے وحشیانہ تشدد کی وجہ سے اس اعتبار سے ناکام ہو گئی کہ مجلس عمل کا ایک مطالبہ بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ لیکن عام انتظامیہ اور پنجاب پولیس کو عام مسلمانوں کی اجتماعی قوت نے بے بس کر دیا۔ کئی شہروں میں ڈپٹی کمشنر کا منہ کالا کیا گیا اور پولیس تھانوں میں چھپ کر بیٹھ گئی۔ لاہور کے مارشل لاء کے نفاذ نے عوام کو اتنا پریشان کیا کہ گویا ان کے سامنے ایک غیر ملکی باشندے ہیں۔ جسٹس منیر نے لاہور ہائی کورٹ میں تحقیقاتی عدالت کی مسند پر براجمان ہو کر محافظان ختم نبوت کی خوب تحقیر کی گویا حکومت کی بے رحمی نے فوج کو سہارا دیا اور عدالت نے تثویب کی۔ تحریک کی ناکامی کے نتیجے میں

---

[28]۔ مولانا اللہ وسایا، **تحریک ختم نبوت** 1953ء، 247

بظاہر قادیانیوں نے فتح حاصل کی لیکن عام مسلمانوں کے ذہنوں میں قادیانیت کوئی جگہ باقی نہ رہی بلکہ ہمیشہ کے لیے نفرت پیدا ہوگئی۔ اس صورت حال نے جو نتائج پیدا ہوئے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

1. سیاستدان بیوروکریسی کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ پاکستان نوکر شاہی کے تصرفات کا شکار ہو گیا۔
2. ملک میں جمہوریت اور اسلامیت کو سخت نقصان پہنچا۔ مسلم لیگ کا تاریخی وقار مسلمانوں کی نظروں میں زائل ہو گیا۔
3. پاکستان کی سیاسی مرکزیت اس سانحہ کے بعد کمزور ہو گئی۔ ایک صدمہ یہ تھا کہ خواجہ ناظم الدین کو ملک غلام محمد نے بلاجواز برخاست کیا۔ پاکستان کی سیاست مغربی پاکستان کے جن بیوروکریٹس کے ہاتھوں میں رہی وہ سیاسی اعتبار سے کوئی سی بھی عوامی خصوصیت نہ رکھتے تھے انھیں اپنے ملک کے عوام کی بنسبت استعماری طاقتوں کی پشت پناہی پر بھروسہ تھا۔ اسی زمانے میں پاکستان کی سیاسی ابتری شروع ہوئی اور حالات بگڑتے گئے۔

قادیانیوں نے اسکندر مرزا کے عہد میں اپنے سیاسی مقاصد کی مہم شروع کی۔ انہوں نے اسرائیل سے معاہدہ کیا کہ وہ ان کے لیے عرب ریاستوں میں خفیہ خدمات انجام دیں گے اور پاکستان کی سیاسی نہج کو اسی طرز پر لے آئیں گے جو استعماری طاقتوں کی سیاسی خواہشوں کا منصوبہ ہے۔ غرض تحریک راست اقدام کے بعد پاکستان سیاسی طور ر ایک کٹے ہوئے پتنگ کی طرح ہو گیا۔[29]

[29]۔ آغا شورش کاشمیری، **تحریک ختم نبوت**، 170